Golden Research Thoughts
ISSN 2231-5063
Impact Factor : 2.2052(UIF)
Volume-4 | Issue-4 | Oct-2014
Available online at www.lbp.world

اُردو تنقید ابتدا سے دورِ حاضر تک

(ڈاکٹر فرزانہ ایم۔ اسوسیٹ پروفیسر یو۔ ای۔ ایس مہیلا مہاودیالیہ)

لفظ تنقید انگریزی اصطلاح Criticism کا مترادف ہے۔ جو عربی مادہ نقد سے بنا ہوا ہے۔ اور اس کے معنی ہیں کھرے و کھوٹے میں تمیز۔ تنقید تنقیص و تقریظ کا مجموعہ ہے۔ یعنی تنقید میں کسی ذی روح اور غیر ذی روح کی خوبیوں کو بیان کیا جاتا ہے۔

ہر انسان میں تنقیدی شعور پیدائشی طور پر ودیعت کیا گیا ہے۔ اگر انسان میں تنقیدی شعور نہ ہوتا تو دنیا آج ایسی نہ دکھائی دیتی جیسی ہم دیکھتے ہیں۔ مثلاً پتھر کے زمانے کے انسان کو دیکھیں تو اس عہد میں جانوروں اور انسانوں کی زندگی میں کوئی خاص فرق نہیں تھا۔ وحشی جانوروں کی طرح وہ بھی جانوروں کا شکار کرتا تھا۔ اور کچا گوشت کھاتا تھا۔ کیوں کہ اس زمانے میں انسان آگ کے استعمال سے ناواقف تھا۔ جانوروں کی طرح درختوں اور غاروں میں بیٹھتا اور سوتا تھا۔ گفتگو کے فن سے واقف نہیں تھا۔ اس لیے جانوروں ہی کی طرح مختلف آوازوں اور حرکتوں کے ذریعہ اپنا مدعا اپنے ساتھیوں کو سمجھاتا تھا۔ اس میں اور جانور میں فرق صرف یہ تھا کہ جانور عریاں رہتے ہیں اور وہ لباس کے طور پر درخت کی چھال اور جانور کی کھال کا استعمال کرتا تھا۔ لیکن چوں کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور خدائے برتر نے انھیں عقل سلیم عطا کی ہے۔ اس لیے وہ اپنے حالات و مسائل پر بھی غور و فکر کرتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نسل در نسل ان کے تنقیدی شعور میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا گیا۔ پھر غاروں اور درختوں پر رہنے والے انسان نے اپنے تحفظ کے لیے کچے مکان تعمیر کیے، کچے مکان پکے مکانوں میں اور پکے مکان فلک بوس عمارتوں میں تبدیل ہو گئے۔ اشارے اور آوازیں بولی میں اور بولیاں مختلف زبانوں میں منقسم ہو گئیں۔

قصہ کوتاہ کہ جس طرح تنقیدی شعور نے انسانی زندگی کی کایا پلٹی اسی طرح دنیا کا کوئی بھی علم و فن بغیر تنقیدی شعور کے فن کی معراج پر نہیں پہنچ سکتا اس لیے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ادب کی تخلیق کے ساتھ ہی ادبی تنقید کا بھی آغاز ہوا۔ یعنی جب کوئی شاعر اور ادیب کسی ادبی تخلیق کو خلق کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو تنقید (تنقیدی شعور) اس کی کارفرمائی کرتی ہے۔

اُردو ادب کے آغاز میں بحیثیت ایک صنف کے تنقید کا کوئی علیحدہ وجود نہیں تھا۔ بلکہ یہ شعراء کے کلام میں اِدھر اُدھر منتشر تھی۔ مثلاً ملا وجہی نے اپنی مثنوی قطب مشتری میں بڑا شاعر اسے کہا ہے جو ایک بات بھی سلیقے سے کہتا ہے۔ شعر ہے۔

کتا ہوں تجھے پند کی ایک بات
کہ ہے فائدہ اس منے دھات دھات

جو بے ربط بولے سو بتیاں پچیس

بھلا ہے جو ایک بات بولے سلیس

ملا وجہی الفاظ و معنی کی ربط و آہنگی اور سادگی و سلامت کو شعر کے لئے ضروری سمجھتے تھے۔

شعر سے متعلق ولی دکنی نے اس طرح کے تنقیدی خیالات کا اظہار کیا ہے کہتے ہیں شعر میں رنگینی ہو، اثر آفرینی ہو، فکر کی بلندی ہو، بیان کی شیرنی ہو، ولی کو اس بات پر فخر ہے کہ ان کا کلام معنی سے لبریز ہے اور اثر رنگینی ہے

مثلاً ان کا شعر دیکھیے

راہ مضمون تازہ بند نہیں

تا قیامت کھلا ہے باب سخن

یعنی ولی کا یہ کہنا ہے کہ ہر زمانے میں ادب میں تازہ مضامین داخل ہوتے رہتے ہیں۔ جو عصری زندگی کے تقاضوں کی ترجمانی کرتے ہیں۔

اُردو ادب کی نثری اصناف کا جائزہ لیں تو اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ نثری اصناف میں سوائے تنقید کے اور کوئی بھی صنف عربی و فارسی سے اُردو میں منتقل نہیں ہوئی۔ عربی و فارسی ادب میں تنقید تذکروں کی صورت میں تھی۔ اس لیے عربی و فارسی شعراء کی پیروی کرتے ہوئے اُردو شعراء نے بھی تذکرے لکھے چوں کہ شاہی دور میں سرکاری و ادبی زبان فارسی تھی اس لیے شعراء نے فارسی زبان کا استعمال کیا۔ اُردو شعراء میں میر تقی میرؔ کے تذکرے 'نکات الشعراء' کو اُردو شعرا کا اولین تذکرہ ہونے کا شرف حاصل ہے دیگر تذکروں میں میر حسن دہلویؔ کا تذکرہ، تذکرہ شعرائے اُردو ہے مصحفیؔ کے تین تذکرے ہیں۔ تذکرہ ہندی، ریاض الفصحا اور عقد ثریا۔ علی لطف کا 'گلشن ہند' (گلزار ابراہیم فورٹ ولیم کالج) کا ترجمہ ہے۔ مصطفیٰ خاں شیفتہ کا تذکرہ گلشن بے خار کافی شہرت رکھتے ہیں گل رعنا اور شعر الہند اُردو میں لکھے ہوئے تذکرے ہیں۔

تذکروں میں شعراء سے متعلق تین پہلوؤں پر توجہ دی جاتی تھی۔ (۱) شاعر کے مختصر حالات (۲) شاعر کے کلام پر مختصر سا تبصرہ (۳) کلام کا انتخاب

کلام کے انتخاب میں تذکرہ نویس کی ذاتی پسند و ناپسند کو دخل ہوتا تھا۔ لیکن بیشتر تذکروں میں تنقید کا پہلو انتہائی کمزور تھا۔ اور شعراء کا ذکر حروف تہجی کے تحت ہوتا تھا۔ جس کے سبب شعراء کے کلام کو سمجھنے میں دقت پیش آتی تھی۔

اُردو شعراء کے تذکروں میں نکات الشعراء سر فہرست ہے جس طرح انگریزی ادب میں لائف جانسن کا تذکرہ شہرت کا حامل ہے اسی طرح اُردو شعراء میں نکات الشعراء کو شہرت حاصل ہے نکات کا امتیازی وصف اس کا طرز تنقید ہے میر تقی میر اپنے تذکرے میں نہ صرف شعراء کے کلام پر بلکہ شعراء کی شخصیت پر بھی تنقیدی رائے دیتے ہیں۔ میر نے اپنی تنقیدی میں

جانبداری سے کام نہیں لیا ہے اور ذاتی بغض وعناد کو بھی داخل ہونے نہ دیا ہے لیکن یہ بھی سچ ہے کہ شاعر کے مقام و مرتبے کے مطابق ان کے لیے الفاظ کا استعمال کیا مثلاً: خان آرزو اور سودا جیسے عظیم المرتبت شعراء کے لیے انھوں نے زور دار الفاظ اور رنگین عبارت میں تنقیدی خیالات پیش کیے اور شاہ حاتم اور رنگین جیسے شعراء کی مذمت کی ہے۔ اور ان کے لیے روزمرہ کی سیدھی سادی زبان کا استعمال کیا ہے۔

میر حسن نے اپنے تذکرے 'تذکرۂ شعرائے اردو' میں شعراء کا ذکر باعتبار حروف تہجی کیا ہے۔ شعراء کے کلام سے متعلق ان کی رائے بھی کم وبیش میر تقی میر ہی کی طرح ہے۔ میر حسن کے تذکرے کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ انھوں نے اپنے تذکرے میں مختلف فارسی اور اردو شعراء کا ایک دوسرے سے موازنہ کیا ہے مثلاً میر تقی میر کا فارسی شاعر شفائی سے انشاء اللہ انشا کا سودا سے اور مصحفی کا میر تقی میر سے موازنہ کیا ہے۔

تذکرہ نگاروں میں مصحفی بھی ایک اہم مقام کے حامل ہیں۔ انھوں نے تین تذکرے لکھے ہیں جن میں تذکرہ ہندی زیادہ شہرت یافتہ ہے۔ اپنے تذکرے میں انھوں نے ماضی قریب، ہم عصر اور مستقبل قریب کے شعراء سے متعلق انتہائی جچی تلی رائیں دی ہیں۔ سید انشاء اللہ خاں ان کے حریف ہونے کے باوجود بھی ان کی مثنوی 'شیر برنجی' کی روانی وفصاحت کی تعریف کی ہے۔ مستقبل کے شعراء میں انھوں نے آتش سے متعلق تنقیدی رائے دی تھی کہ اگر عمر وفا کی تو اس نوجوان کا شمار اپنے زمانے کے بے نظیر شعراء میں ہوگا جو صحیح ثابت ہوئی۔ میر تقی میر، مرزا محمد رفیع سودا امام بخش جرأت سے متعلق ان کی تنقیدی خیالات خاص اہمیت کے حامل ہیں۔

شفیق کا تذکرہ 'گلشن بے خار' بھی خاص اہمیت کا حامل ہے۔ انھوں نے صرف مخصوص شعراء کو اپنے تذکرے کا موضوع بنایا ہے۔ اور ان ہی شعراء کے کلام پر عمیق روشنی ڈالی ہے۔ دیگر شعراء کا ذکر تو کیا ہے۔ لیکن ان پر قدیم تذکروں کی طرح انتہائی مختصر رائے دی ہے۔ اور اپنے عصر اور قریب زمانہ شعراء میں مرتقی میر، مرزا محمد رفیع سودا، مصحفی انشاء آتش ناسخ غالب اور مومن وغیرہ کے کلام سے تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ 'گلشن بے خار' کی اہم خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس کے آخر میں غالب اور مومن کی تقریظیں شامل ہیں۔

تذکروں کے علاوہ بھی تنقید شعراء کی بیاضوں، تقریظوں اور مشاعروں میں پائی جاتی ہے۔ اور تقریظوں میں تنقید سے زیادہ تعریف ہوتی ہے۔ لیکن مشاعروں میں استاد شعراء مبتدیوں کے کلام پر اصلاح دیتے تھے۔ اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ مثلاً ایک مشاعرے میں ایک نوعمر لڑکے نے ایک غزل پڑھتی تھی جس میں سودا بھی شریک تھے، مطلع کا شعر سن کر سودا چونک پڑے تھے۔ اور انھوں نے اس شعر کی بے حد تعریف کی تھی۔

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مرزا ارشد گورگانی نے بھی ایک مشاعرے میں اقبال کی غزل کے ایک شعر پر بے ساختہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اقبال کو گلے لگایا تھا اور ان کی غزل کے ایک شعر کو بے حد سراہا تھا جو درج ذیل ہے۔

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے میرے عرق انفعال کے

غرض مشاعروں میں بھی شعراء کے کلام پر نقد و تبصرہ ہوتا تھا اچھے شعر پر داد دے کر مبتدیوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی اور کمزور شعر کی اصلاح کر کے رہنمائی کی جاتی تھی۔

تنقید کے ان قدیم نمونوں کے بعد محمد حسین آزاد کی 'آب حیات' کو بڑی شہرت حاصل ہوئی تھی، کیوں کہ انھوں نے 'آب حیات' میں تذکروں کے مقابلے شعراء کے حالات کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا تھا۔ اور اردو شاعری کو ادوار میں منقسم کر کے ہر دور کی ابتداء سے پہلے اس دور سے متعلق معلومات دی ہے۔ لیکن آب حیات کی یہ خامی ہے کہ آزاد نے اس میں تحقیق سے کام کم لیا ہے سنی سنائی باتوں پر اکتفا کیا ہے۔ اور تنقید میں جانبداری سے کام لیا ہے۔ مثال کے طور پر جہاں اپنے اتالیق اور استاد ابراہیم ذوق کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے باندھے ہیں وہیں غالب کی جتنی تعریف و تحسین کرنا تھی وہ نہیں کی اور غالب سے متعلق جن لفظوں کا استعمال کیا ہے پہلی نظر میں یہ تعریف نظر آتے ہیں لیکن غور کرنا پر پتہ چلتا ہے کہ یہ تعریف نہیں تنقص ہے۔ اور دوسرا یہ کہ مومن جیسے بلند پایہ غزل کو شاعر کا شمار پہلے ایڈیشن میں نہیں کیا ہے۔ بعد میں اہل علم حضرات کے کہنے پر دوسرے ایڈیشن میں مومن کا نام داخل کیا ہے۔ ان کی تنقید سے متعلق نقادوں کا یہ کہنا ہے کہ "انھوں نے تنقید کی بنیاد تو رکھی لیکن کم علمی کے سبب یہ بنیاد تیڑھی پڑ گئی۔ اب اس پر دیوار تیڑھی ہی چڑھے گی۔ اس لیے نقاد آب حیات کو تنقیدی تصنیف نہیں بلکہ تذکروں اور تنقید کے درمیان کی کڑی کہتے ہیں۔ مشرقی نظریہ ادب کی بدولت وہ شعر کو خیالی باتوں کا مجموعہ اور گلزار فصاحت کا پھول کہتے تھے۔ بعد میں سرسید کے خیالات سے آشنائی اور مغربی نظریات سے آگاہی کی بدولت اس شعر کے اہمیت و افادیت کے قائل ہو گئے۔ تب شاعری سے متعلق ان کی رائے تبدیل ہو گئی پھر انھوں نے شعر سے متعلق کہا کہ شعر وہ قوت ہے جو قوموں کی قسمت کو بدل دے اور کہا شعر علم کا عطر ہے۔ علاوہ آب حیات کے سخن دان فارس اور فارستان ان کی تنقیدی تصانیف ہیں۔

اُردو میں جدید تنقید کا آغاز مولانا الطاف حسین حالی کی تصنیف 'مقدمہ شعر و شاعری' سے ہوتا ہے۔ یہ تصنیف پہلے ان کے دیوان کا مقدمہ تھی۔ لیکن چوں کہ اس میں حالی نے قدیم اردو شاعری کا تنقیدی جائزہ لیا تھا۔ مثلاً مرثیہ نگاری سے متعلق

انھوں نے کہا تھا کہ مرثیے کی صنف کو زندہ رکھنا ہے تو مرثیے کو شہدائے کربلا تک محدود رکھنے کی بجائے شخصی مرثیہ نگاری کو رواج دینا ہوگا۔ اور غزل کے موضوعات کو تبدیل کرنا ہوگا۔ مثنوی کی انھوں نے تعریف کی ہے اور اسے اردو کی سب سے زیادہ کارآمد صنف سخن کہا ہے۔ مولوی عبدالحق نے مقدمہ کی تعریف کی ہے اور اسے 'اردو تنقید کا پہلا نمونہ کہا ہے۔ اور آل احمد سرور نے مقدمہ شعروشاعری کو اردو شاعری کے منشور کا نام دیا ہے۔ غرض حالی نے اردو میں نظری وعملی تنقید کی بنیاد ڈالی۔

نئی تنقید کا آغاز حالی اور شبلی کی تنقیدوں سے ہوتا ہے اس تنقید کی یہ خوبی ہے کہ یہ فنکار پر کم اور اس کی تخلیق وفن پر زیادہ توجہ دیتی ہے۔ یہ تنقید تخلیق کی قدر و قیمت متعین کرتی ہے۔ اس کا تجزیہ ومقابلہ کرتی ہے۔

مولانا الطاف حسین کے بعد شبلی نعمانی نے اُردو تنقید کو آگے بڑھانے کا کام انجام دیا۔ اور مقدمہ میں بعض باتیں جو حالی سے چھوٹ گئی تھیں انھیں پیش کیا ہے۔ شعرالعجم اور موازنہ انیس ودبیر شبلی کی تنقیدی تصانیف ہیں۔ شعرالعجم میں شعر کے بنیادی اُصولوں پر روشنی ڈالتی ہے۔ یہ پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ چوتھی جلد میں شاعری سے متعلق تنقیدی بحث کی ہے۔ موازنہ انیس ودبیر میں انیس کے کلام کا دبیر کے کلام سے مقابلہ کرکے اُردو مرثیہ نگاری کی خوبیوں کو اجاگر کیا ہے اور ابتداء سے مرثیے کی صنف میں بتدریج ہونے والی ہیئتی تبدیلیوں کو اجاگر کیا ہے۔ اور رزمیہ شاعری کی خوبیوں کو بیان کیا ہے۔

حالی شبلی آزاد روایتی نقاد ہیں، ان کے بعد عبدالحق کا نام آتا ہے۔ جو نقاد بھی ہیں اور محقق بھی۔ تنقید سے متعلق ان کی کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے۔ صرف مختلف کتابوں پر لکھے ہوئے ان کے مقدمات ہیں جو 'مقدمات عبدالحق' کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ مسعود حسن رضوی کی تصنیف 'ہماری شاعری بھی' تنقیدی تصنیف ہے۔ مسعود صاحب خواجہ حالی کے تنقیدی خیالات سے بے حد متاثر تھے۔ شاعری کے لئے خواجہ حالی نے کن چیزوں کو ضروری سمجھا مسعود حسن رضوی اس سے متفق ہیں۔ مہدی افادی کی 'افادات مہدی' میں تنقید سے زیادہ انشاپردازی ہے۔ اور وحیدالدین سلم کے یہاں لسانیاتی پہلو۔ امداد عصر کی تصنیف 'کاشف الحقائق' ہے۔ جو دو جلدوں پر مشتمل ہے جس میں انھوں نے اردو زبان وشاعری پر اپنی تنقیدی خیالات پیش کیے ہیں۔

حالی شبلی اور آزاد کے زمانے تک تنقید مشرقی فضا میں سانس لیتی تھی۔ لیکن بیسویں صدی کے آغاز میں اُردو تنقید ایک نئی منزل میں داخل ہوئی۔ اس تنقید میں مغربی تنقید کا عنصر نمایاں ہے۔ اس زمانے کے نقاد اُردو شعراء کا مقابلہ مغربی شعرا اور فنکاروں سے کرنے لگے تھے۔ عبدالرحمن بجنوری کی تصنیف 'محاسن کلام غالب' اس سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔ ڈاکٹر محی الدین کی تصنیف 'روح تنقید' اُردو اسلوب بیان پر معلومات افزا تصنیف ہے۔

مغربی ادب کی پیروی کرنے والوں میں سب سے آگے کلیم الدین احمد ہیں۔ 'اُردو شاعری پر ایک نظر' 'اُردو تنقید پر ایک نظر' اور 'فن داستان گوئی' ان کی تنقیدی تصانیف ہیں کلیم الدین احمد نے ہر شاعر کو اپنے طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ اور اُردو

شاعری کو بھی۔ آل احمد سرور نے مشرقی اور مغربی دونوں تنقید کے اُصولوں کو لے کر 'تنقیدی اشارے' 'مسرت سے بصیرت تک' 'نئے اور پرانے چراغ' وغیرہ تنقیدی کتابیں لکھی ہیں۔

بیسویں صدی کی ابتداء میں اردو ادب مختلف تحریکوں سے روشناس ہوا، جس کی بدولت اردو ادب میں تنقید کے نئے نئے دبستان قائم ہوئے جن میں ترقی پسند تنقید کو بڑی اہمیت حاصل ہوئی ہے۔ سید احتشام حسین اور اختر حسین رائے پوری نے اشتراکی تنقید کی بنیاد ڈالی۔ مجنوں گورکھپوری نے سائنٹفک تنقید کی بنیاد ڈالی اور ساتھ ہی ساتھ تاثراتی وجمالیاتی تنقید پر بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ریاض احمد، شیخ محمد اکرم اور شکیل احمد وغیرہ نے بھی نفسیاتی کا آغاز کیا۔ 1947 کے بعد کے نقادوں میں ڈاکٹر عبادت بریلوی، ڈاکٹر سید عبداللہ، محمد حسن عسکری، خلیل الرحمن اعظمی، گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر وزیر آغا، جمیل جالبی، ڈاکٹر قمر رئیس، نورالحسین نقوی اور شمس الرحمٰن فاروقی کا شمار ہوتا ہے۔

کتابیات:

۱) اُردو تنقید کا ارتقاء۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی

۲) فن تنقید اور اُردو تنقید نگاری نورالحسن نقوی

Dr. Farzana M. Shaikh

Associate Professor & H.O.D.URDU U.E.S. Mahila Maha Viddyalae Solapur. (MS)